باب# ١٦٨

واقعہ افک [شرم ناک بہتان]

شعبان ٦ ہجری

جب ایک تکلیف دہ سلسلہٗ واقعات سے مسلم معاشرت کی بنیادوں کو مستحکم کیا گیا

منافقین کی پہلی فتنہ انگیزی، نکاح زینب کے خلاف پروپیگنڈا	٢٢٦
منافقین کی دوسری فتنہ انگیزی، مریسیع کے کنویں پر عصبیت کی پکار	٢٢٧
منافقین کی تیسری فتنہ انگیزی، واقعہ افک	٢٢٨
واقعہ افک کی تفصیلات اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی	٢٢٩
سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آیاتِ برأت	٢٣٦
ایمان کے عطا کردہ سات عناصر، جو منافقین کی دشمنی کا ہدف تھے	٢٣٦

باب# ۱٦۸

واقعہ افک [شرم ناک بہتان]

شعبان ٦ ہجری

جب ایک تکلیف دہ سلسلہ واقعات سے مسلم معاشرت کی بنیادوں کو مستحکم کیا گیا

پے در پے مسلمانوں کو جھنجوڑ دینے والے تین واقعات کا سلسلہ

مدینے میں دینِ اسلام کے مرکز کی منتقلی نے مشرکین مکہ کو فوری طور پر سکھ کا سانس لینے کا موقع دیا کہ روز، روز کی بدمزگی اور حرم میں ہر صبح کی بد شگونی[۱] سے تو نجات ملی۔ لیکن چند ہی ماہ میں اطمینان کا سارا نشہ کافور ہو گیا جب اسلامی دستوں نے اِن کے تجارتی قافلوں کی نگرانی شروع کی پھر سال بعد عین مکہ کی سرحد پر آ کر نخلہ میں پورا ایک تجارتی قافلہ ضبط کر لیا۔ جنگ بدر میں جو رسوائی ہوئی اُس کی اشک شوئی اُحد میں نہ ہو سکی اور ہجرت کے پانچویں برس جب اہلِ مکہ کی سارے عرب کو ساتھ لے کر مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی مہم مدینے کی راہ میں خندق کے اُس پار کم و بیش ایک ماہ کے محاصرے کے بعد بالکلیہ ناکام ہو گئی اور یہ نوشتۂ دیوار ہو گیا کہ آئندہ کوئی مہم جو مدینے پر حملہ کے لیے سوچ بھی نہیں سکے گا۔ اُس پر مزید طرہ یہ ہوا کہ ریاست مدینہ نے حملہ آوروں سے تعاون کی یقین دہانی کرنے پر مدینے کے تمام کے تمام سینکڑوں یہودیوں کو قتل کروا دیا، زمینوں، باغات اور مکانوں پر قبضہ کر لیا اور اُن کے بیوی بچے نجد کے بازار میں خیبر کے یہودیوں کے ہاتھ فروخت کر دیے گئے۔ اِس اقدام نے پورے عرب میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ دینِ اسلام کا عروج اس حد کو پہنچ گیا کہ اسلام مخالف طاقتوں کی قوتِ اقدام ختم ہو گئی اور کفر کو اقدام کے بجائے اپنے بچاؤ کے لیے فکر مند ہونا پڑ گیا۔ اہلِ کفر نے جان لیا کہ مسلمانوں کی اخلاقی برتری، نظم و ضبط، شدید محنت، دنیا سے بے رغبتی، موت سے بے خوفی اور شہادت کی شدید آرزو کا مقابلہ ممکن ہی نہیں ہے، سوائے اِس کے کہ یا تو اسلام قبول کر کے عزت و وقار کی زندگی کی ضمانت حاصل کی جائے یا، سرنگوں ہو کر رہنا قبول کیا جائے۔

---

۱ قریش کے نزدیک ہر روز صبح کو محمدؐ بن عبداللہ کو حرم کعبہ میں تلاوت کرتے پایا جانا، اُن کے اقتدار، اُن کے دین اور تہذیب و تمدن کے لیے بہت بڑی بد شگونی تھی۔

منافقین چوں کہ خود مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے، محفوظ تھے۔ اب اُن کا طریقِ واردات یہ ٹھہرا تھا کہ مدینے میں کسی طور بے حیائی کو عام کریں، مسلم قیادت کو بے حیا ثابت کریں اور ساتھ ہی مہاجر / غیر مہاجر اور اوس / خزرج کی عصبیت کو بروئے کار لا کر اِن کو آپس میں لڑائیں اور نظم و ضبط اور اخلاقی برتری کو ختم کر دیں، جو اِن کی ساری فتوحات اور کامیابیوں کی ضامن بنی ہے۔

منافقین کی پہلی فتنہ انگیزی، نکاح زینب کے خلاف پروپیگنڈا

اس نئے طریقِ واردات کا پہلا شاخسانہ اُس وقت ہوا جب بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران ذی القعدہ ۵ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر نبی ﷺ کا نکاح آپ کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سیّدہ زینبؓ سے کر دیا، تا کہ عرب سے تَبنِیَت کی جاہلانہ اور ظالمانہ رسم کا بالکلیہ خاتمہ ہو جائے۔ تَبنِیَت، کسی دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے کے اعلان کو کہتے ہیں جس کے بعد اُسے خاندان میں رشتہ داریوں اور وراثت میں بالکل صُلبی / اصلی بیٹے کی سی حیثیت اور حقوق حاصل ہو جاتے ہیں، جس کا وہ ہر گز حق دار نہیں ہوتا۔ ایک طرف اس قدیم رسم کے خلاف طرزِ عمل پر منافقین کا احتجاج تھا تو دوسری طرف آپ ﷺ اور منہ بولے بیٹے کی بیوی کے درمیان داستانیں تھیں، جو آج تک صوفیا دہراتے ہیں اور ہماری تفسیر و سیرت و تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔ قرآن نے سورہ احزاب میں منافقین کی اس شانِ رسالت میں گستاخی کو آڑے ہاتھوں لیا اور دھمکی دی کہ اگر باز نہ آئے تو جہاں پائے جاؤ گے قتل کر دیے جاؤ گے۔

لَىِٕنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ۖۛ ﴿٦٠﴾ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۛۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا ﴿٦١﴾ [سُوۡرَۃُ الۡاَحۡزَاب]	یہ منافقین اور وہ لوگ جو مجرمانہ ذہنیت رکھتے ہیں، اور وہ جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے میں ماہر ہیں، باز نہ آئے تو ہم آپؐ کو ان کے خلاف کھڑا کر دیں گے، پھر وہ اس شہر میں تمھارے ساتھ رہنے کا کم ہی موقع پا سکیں گے۔ ان پر چہار سو پھٹکار کی بوچھاڑ ہو گی، جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور تعذیب کے ساتھ قتل کیے جائیں گے۔

منافقین کی دوسری فتنہ انگیزی، مریسیع کے کنویں پر عصبیت کی پکار

اس پہلے شاخسانے کے بعد منافقین کا دوسرا حملہ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر یثربی قوم اور مہاجرین کے

درمیان عصبیت بھڑکانے کے نعرے سے کیا گیا، اعلان کیا گیا کہ مدینے پہنچ کر عزت والے یثربی، باہر سے آئے ہوئے غیر ملکیوں (مہاجرین) کو ذلیل کر کے شہر سے باہر نکال دیں گے۔ نبی ﷺ نے فوراً کہنے والوں سے پوچھا تو وہ مکر گئے لیکن قرآن نے تصدیق کر دی کہ انھوں نے منافقین کو باعزت اور مسلمانوں کو ذلیل کہا ہے، جب کہ ساری عزت تو اللہ کے رسولؐ اور اہلِ ایمان کے لیے ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۸ [سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْن]	یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولؐ کے ساتھ چلنے والے پر خرچ کرنا بند کر دو تاکہ یہ منتشر ہو جائیں۔ اور آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، مگر یہ منافق سمجھتے نہیں ہیں۔ یقیناً انہوں نے کہا کہ ہم مدینے واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ سنو عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے، مگر یہ منافق جانتے نہیں ہیں۔ ۱۶

نبی ﷺ نے مہاجر اور انصار کے اذہان کو اس ذہنی پریشر سے نکالنے اور اس موضوع پر کچھ بھی سوچنے سے نکالنے کی کامیاب تدابیر کیں جن کو سابقہ ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مدینے کے داخلے کے مقام پر عصبیت کا نعرہ بلند کرنے والے رئیس المنافقین، بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تلوارِ برہنہ سے اپنے باپ کو روکا اور کہا کہ اب جان لو کہ کون عزت والا ہے اور کون ذلیل، جاؤ اگر رسول اللہ ﷺ تمھیں اجازت دے دیں تو شہر میں خیریت سے داخل ہو جاؤ ورنہ ذلیلوں کے لیے یہ تلوار ہے۔ نبی ﷺ کی اجازت سے کم نصیب کو داخلے کی اجازت ملی۔

منافقین کی تیسری فتنہ انگیزی، واقعہ افک

اسی غزوے کے واپسی کے سفر کے دوران ایک پڑاو پر سے اُٹھتے ہوئے، مومنین کی ماں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا کھویا ہار قریب کے جنگل میں ڈھونڈتی رہ گئیں اور قافلہ چل نکلا، صفوانؓ جو پیچھے رہ جانے والی اشیا و افراد کے ذمہ دار تھے، اپنی والدہ کو دیکھ کر اُنھیں اپنے اونٹ پر بٹھا کر قافلے تک لے گئے، جس پر منافقین نے اِن دونوں پر

بدکاری کے بہتان جڑ دیے، اس واقعے کو واقعہ اِفک کہتے ہیں، یعنی بہتان کا واقعہ۔ اِس کی تفصیلات اس باب کا موضوع ہیں۔

واقعہ افک کی تفصیلات اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

یہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا فتنہ تھا۔ اس کی تفصیلات خود ان ہی کی زبان سے سنیے مگر یہ پیشِ نظر رہے کہ یہ کسی ایک روایت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں جتنی روایتیں سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملتی ہیں اُن سب کو جمع کر کے سیّد مودودیؒ نے اُن کا ایک مربوط بیانیہ مرتب کر کے تفہیم القرآن میں پیش کیا ہے [جلد سوم میں سورہ نور کا دیباچہ ملاحظہ فرمائیں]۔ اِس بیانیے میں جہاں مناسب سمجھا گیا ہے مصنف کاروانِ نبوت نے مناسب ترمیم واضافے کیے ہیں اور قوسین میں درج متعدد وضاحتی پیروں کو حذف کر دیا ہے جو عام سطح کے قاری کے لیے کماحقہ سمجھنا مشکل ہوتے ہیں اور ذہن میں بسا اوقات الجھن پیدا ہوتی ہے کہ یہ اُمّ المؤمنین کی بات ہے یا کسی اور کا تبصرہ............ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب آپؐ سفر پر روانہ ہوتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپؐ کی بیویوں میں سے کون سی آپؐ کے ساتھ جائے[۲]۔ غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر قرعہ میرے نام نکلا، یوں اس مرتبہ میں آپؐ کے ساتھ تھی۔ واپسی پر جب ہم مدینے کی جانب ایک منزل قریب پہنچ گئے تو رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر لشکر نے پڑاؤ کیا، ابھی رات پوری گزری نہ تھی کہ لشکر نے پڑاؤ اُٹھانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ میں اٹھ کر رفع حاجت کے لیے گئی، اور جب پلٹنے لگی اور خیمے کے قریب پہنچی تو دیکھا کہ میرے گلے میں ہار نہیں ہے[۳] میں اسے (پڑاؤ سے کچھ فاصلے پر جہاں تک جانا ہوا تھا) ڈھونڈ رہی تھی، اور اس دوران لشکر روانہ ہو

۲ کسی ناقابل تقسیم چیز کو اُس کے ایک سے زاید حق داروں میں سے کسی ایک کو دینے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرعہ اندازی کا طریقہ سکھایا ہے۔ اِس کو لاٹری پر ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہیے جہاں ایک قابل تقسیم چیز، رقم، انعام یا حق، اُس کے تمام جائز حق داروں کے بجائے صرف ایک یا چند کو دے دیا جاتا ہے، جو قطعاً مکروہِ تحریمی ہے۔ کسی شخص کی ایک سے زاید بیویوں کے تمام دنیاوی معاملات میں حقوق برابر ہوتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر جاتے ہوئے اگر اپنی کسی زوجہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ قرعہ اندازی سے اس کا فیصلہ فرماتے تھے۔ اگر آپؐ خود کسی کو منتخب کرتے تو دوسری ازواج کی دل شکنی ہوتی، اور یہ چیز ان میں باہم رشک ورقابت پیدا کرنے کا باعث بن سکتی تھی۔

۳ یہ ہار اُن کا ذاتی بھی نہیں تھا بلکہ اُن کی بہن کا تھا جسے وہ عاریتاً مانگ کر لے گئیں تھیں۔

گیا۔ روانگی کے وقت اونٹ پر میری سواری کا طریقہ یہ تھا کہ میں اپنے ہودے[۴] میں بیٹھ جاتی تھی اور چار آدمی اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ غذا کی کمی کے سبب (مدینے کی مسلمان) عورتیں اس زمانے میں بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ میرا ہودہ اٹھاتے وقت اُٹھانے والوں نے یہ جانا ہی نہیں کہ ہودہ خالی ہے اور بے خبری میں خالی ہودہ اونٹ پر رکھ کر وہ مطمئن ہو گئے۔ ہار (تلاش کر کے) پانے کے بعد میں پلٹی تو وہاں کوئی نہ تھا۔ آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور یقین کیا کہ آگے جا کر جب یہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آجائیں گے۔ اسی حالت میں مجھ کو نیند آگئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ اس جگہ سے گزرے جہاں میں سو رہی تھی۔ (صفوان پیچھے رہ جانے والے سامان کی دیکھ بھال کرنے پر مامور تھے) مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، کیوں کہ پردے کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے متعدد بار دیکھ چکے تھے۔ بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی یہاں رہ گئی ہیں'' اُن کی اِس پکار سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اٹھ کر فوراً اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اونٹ کو روک لیا تھا، انہوں نے مجھ سے کوئی بھی بات نہ کی، بس اپنا اونٹ لا کر میرے پاس بٹھا دیا تھا اور خود الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر چل دیے۔ دوپہر کے قریب لشکر ایک جگہ جا کر ٹھہرا ہی تھا کہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ ابھی تک لشکر والوں کو یہ پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ اس پر بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھا دیے اور ان میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن ابی تھا۔ مگر میں اِس سے بالکل بے خبر تھی کہ مجھ پر کیا باتیں بن رہی ہیں۔

[اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ظاہر ہے وہ بات نہیں روایت کی جو انھوں نے سُنی ہی نہیں تھی، لیکن دوسرے راویوں نے جو سُنا تھا وہ اس طرح روایت ہوا ہے کہ: جس وقت صفوانؓ کے اونٹ پر عائشہ رضی اللہ عنہا پڑاؤ پر پہنچیں اور اہلِ لشکر کو معلوم ہوا کہ اُمّ المؤمنین اس طرح پیچھے چھوٹ گئی تھیں، اُسی وقت عبداللہ بن ابی پکار اٹھا: واللہ، یہ بچ کر نہیں آئی ہے، لو دیکھو، تمھارے نبی کی بیوی نے رات ایک اور شخص کے ساتھ گزاری ہے اور اب وہ اسے کس ڈھٹائی سے لیے چلا آرہا ہے]

''مدینے پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور ایک مہینے کے قریب صاحبِ فراش [بیماری سے بستر پر] پڑی رہی۔ پورے شہر میں اس بہتان کا چرچا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک بھی بات پہنچ چکی تھی، مگر مجھے کچھ بھی معلوم نہ ہوا تھا، البتہ جو چیز میرے لیے کچھ عجیب تھی وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توجہ مجھ پر نہ تھی جو بیماری

---

۴ اونٹ پر رکھی جانے والی کرسی (ڈولی) جو اوپر اور چہار جانب کپڑے سے ڈھکی ہوتی ہے۔

کے زمانے میں ہوا کرتی تھی۔ آپؐ گھر تشریف لاتے تو بس گھر والوں سے اتنا پوچھ لیا کرتے: کیف تیکم (کیسی ہیں یہ؟)۔ خود مجھ سے کوئی بات نہیں کرتے۔ اس سے مجھے شبہ ہوتا تھا کہ کوئی بات ہے ضرور۔ آخر آپؐ سے اجازت لے کر میں اپنی ماں کے گھر چلی گئی تاکہ وہ میری تیمارداری اچھی طرح کر سکیں۔

اُن دنوں تک ہمارے گھروں میں فراغت کی جگہ نہیں ہوتی تھی اور ہم لوگ رفع حاجت کے لیے جنگل ہی جایا کرتے تھے۔ ایک روز رات کے وقت رفع حاجت کے لیے میں مدینے کے باہر گئی۔ میرے ساتھ مِسطح بن اُثاثہ کی ماں بھی تھیں جو میرے والد کی خالہ زاد بہن تھیں [5]۔ راستے میں ان کو ٹھوکر لگی اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا غارت ہو مسطح۔ میں نے کہا کہ اچھی ماں ہو جو بیٹے کو کوستی ہو، اور بیٹا بھی وہ جس نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے۔ انہوں نے کہا" بٹیا، کیا تجھے اُس کی باتوں کی کچھ خبر نہیں؟ پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کہ افترا پرداز لوگ میرے متعلق کیا باتیں اڑا رہے ہیں۔ یہ داستان سن کر میرا خون خشک ہو گیا، وہ حاجت بھی بھول گئی جس کے لیے آئی تھی، سیدھی گھر گئی اور رات بھر رو رو کر کاٹی۔ میری غیر موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کے دو مردوں علیؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ کو بلایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ اُسامہ نے میرے حق میں کلمہ خیر کہا اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ، بھلائی کے سوا آپؐ کی بیوی میں کوئی چیز ہم نے نہیں پائی۔ یہ سب کچھ کذب اور باطل ہے جو اُڑایا جا رہا ہے۔ رہے علیؓ تو انہوں نے کہا یا رسولؐ اللہ عورتوں کی کمی نہیں ہے، آپؐ اس کی جگہ دوسری بیوی کر سکتے ہیں، اور تحقیق کرنا چاہیں تو خدمت گار لونڈی کو بلا کر حالات دریافت فرمائیں۔ چناں چہ خدمت گار کو بلایا گیا اور پوچھ گچھ کی گئی۔ اس نے کہا اُس اللہ کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی جس پر حرف رکھا جا سکے۔ بس اتنا عیب ہے کہ میں آٹا گوندھ کر کسی کام کو جاتی ہوں اور کہہ جاتی ہوں کہ بی بی ذرا آٹے کا خیال رکھنا، مگر وہ سو جاتی ہیں اور بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے۔

اسی روز رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا" مسلمانو! کون ہے جو اس شخص کے حملوں سے میری عزت بچائے جس نے میرے گھر والوں پر الزامات لگا کر مجھے اذیت پہنچانے کی حد کر دی ہے۔ واللہ، میں نے نہ تو اپنی بیوی ہی میں کوئی برائی دیکھی ہے، اور نہ اس شخص میں جس کے متعلق تہمت لگائی جاتی ہے۔ وہ تو کبھی میری

۵ مسطح کے پورے خاندان کی کفالت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے ذمے لے رکھی تھی، مگر اس احسان کے باوجود مسطح بھی ان لوگوں میں شریک ہو گئے تھے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف اس بہتان کو پھیلا رہے تھے۔

غیر موجودگی میں میرے گھر آیا بھی نہیں۔ اس پر اسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ [6] نے اٹھ کر کہا یارسول اللہ، اگر وہ ہمارے قبیلے کا آدمی ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں، اور اگر ہمارے بھائی خزرجیوں میں سے ہے تو آپؐ حکم دیں، ہم تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔

یہ سنتے ہی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ [7]، رئیس خزرج اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے غلط کہتے ہو، تم ہرگز اسے نہیں مار سکتے۔ تم اس کی گردن کاٹنے کی بات صرف اس لیے کر رہے ہو کہ وہ خزرج میں سے ہے۔ اگر وہ تمھارے قبیلے کا آدمی ہوتا تو تم کبھی یہ نہ کہتے کہ ہم اس کی گردن مار دیں۔

اسید بن حضیرؓ نے جواب میں کہا تم منافق ہو اسی لیے منافقوں کی حمایت کرتے ہو۔ اس پر مسجد نبوی میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، حالاں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ قریب تھا کہ اَوس اور خزرج مسجد ہی میں لڑ پڑتے، مگر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو ٹھنڈا کیا اور پھر منبر سے اتر آئے۔

---

٦ بعض روایات میں سعد بن مُعاذؓ، غالباً اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام لینے کے بجائے سیّد اوس کے الفاظ استعمال فرمائے ہوں گے کسی راوی نے اس سے مراد سعد بن معاذ کو سمجھ لیا، کیوں کہ اپنی زندگی میں وہی قبیلہ اوس کے سردار تھے اور تاریخ میں وہی اس حیثیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ حالاں کہ دراصل اس واقعہ کے وقت ان کے چچازاد بھائی اسید بن حضیرؓ اوس کے سردار تھے

٧ [اس تنازعے کی وضاحت کے لیے ہم تفہیم القرآن سے یہاں نوٹ کیا گیا حاشیہ من و عن نقل کر رہے ہیں] سعد بن عبادہؓ اگرچہ نہایت صالح اور مخلص مسلمانوں میں سے تھے، نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے، اور مدینے میں جن لوگوں کے ذریعہ سے اسلام پھیلا تھا ان میں سے ایک نمایاں شخص وہ بھی تھے، لیکن ان سب خوبیوں کے باوجود ان کے اندر قومی حمیت [اور عرب میں اس وقت قوم کے معنی قبیلے سے تھے] بہت زیادہ تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے عبداللہ بن ابی کی پشت پناہی کی، کیوں کہ وہ ان کے قبیلے کا آدمی تھا۔ اسی وجہ سے فتح مکہ کے موقع پر ان کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ الیوم یوم الملحمہ، الیوم تستحل الحرمہ ؛ یعنی: آج کشت و خون کا دن ہے۔ آج یہاں کی حرمت حلال کی جائے گی، اور اس پر عتاب فرما کر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے لشکر کا جھنڈا واپس لے لیا۔ پھر آخر کار یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں یہ دعویٰ کیا کہ خلافت انصار کا حق ہے، اور جب ان کی بات نہ چلی اور انصار و مہاجرین سب نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو تنہا وہی ایک تھے جنہوں نے بیعت سے انکار کر دیا اور مرتے دم تک قریشی خلیفہ کی خلافت تسلیم نہ کی [ملاحظہ ہو الاصابہ لابن حجر، اور الاستیعاب لابن عبدالبر، ذکر سعد بن عبادہ۔ صفحہ ١٠-١١]

آخر کار ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھے۔ اس پوری مدت میں کبھی میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ ابو بکرؓ اور ام رومانؓ (عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ) نے محسوس کیا کہ آج کوئی فیصلہ کن بات ہونے والی ہے۔ اس لیے وہ دونوں بھی پاس آکر بیٹھ گئے۔۔ آپؐ نے کلمۂ شہادت پر مشتمل خطبہ پڑھا۔ اور امّا بعد کہہ کر فرمایا: اے عائشہؓ! مجھے تمھارے متعلق یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو امید ہے کہ اللہ تمھاری برأت ظاہر فرمادے گا۔ اور اگر واقعی تم کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو، بندہ جب اپنے گناہ کا معترف ہو کر توبہ کرتا ہے تو اللہ اُسے معاف کر دیتا ہے۔ یہ بات سن کر میرے آنسو خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا آپ رسول اللہؐ کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹی، میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ ہی کچھ کہیں۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ میں حیران ہوں، کیا کہوں۔ اس پر میں بولی آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ گئی ہے اور دلوں میں بیٹھ چکی ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہو.......... اور اللہ گواہ ہے کہ میں بے گناہ ہوں.......... .... تو آپ لوگ نہ مانیں گے، اور اگر خواہ مخواہ ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جو میں نے نہیں کی......... ..... اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کی............ تو آپ لوگ مان لیں گے۔ میں نے اس وقت یعقوبؑ کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر نہ یاد آیا۔ آخر میں نے کہا اس حالت میں میرے لیے اس کے سوا اور کیا ہے کہ وہی بات کہوں جو یوسفؑ کے والد نے کہی تھی **فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ** [۸] یہ کہہ کر میں لیٹ گئی اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔ میں اس وقت اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اللہ میری بے گناہی سے واقف ہے اور وہ ضرور حقیقت کھول دے گا۔ اگرچہ یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ میرے حق میں وحی نازل ہو گی جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔ میں اپنی ہستی کو اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ خود میری طرف سے خطاب فرمائے گا! پھر بھی مجھے یہ خیال ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمادے گا۔ اتنے میں یکایک رسول اللہ ﷺ پر وہ کیفیت

---

۸ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ جب یعقوبؑ کے سامنے ان کے بیٹے بن یامین پر چوری کا الزام بیان کیا گیا تھا (قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ سُوْرَةُ يُوْسُف بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک بڑے کام کو آسان بنا دیا۔ اچھا، صبر کروں گا اور بخوبی کروں گا، جو بات تم بنا رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔

طاری ہو گئی جو وحی نازل ہوتے وقت ہوا کرتی تھی، حتیٰ کہ سخت جاڑے کے زمانے میں بھی موتی کی طرح آپؐ کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ ہم سب خاموش ہو گئے۔ میں تو بالکل بے خوف تھی۔ مگر میرے والدین کا حال یہ تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ ڈر رہے تھے کہ دیکھیے اللہ کیا حقیقت کھولتا ہے۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو رسول اللہ ﷺ بے حد خوش تھے۔ آپؐ نے ہنستے ہوئے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ مبارک ہو عائشہؓ، اللہ نے تمھاری برأت نازل فرما دی۔ اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دس آیتیں سنائیں (یعنی سُوْرَۃُ النُّوْر کی آیات ۱۱ تا ۲۰)۔ میری والدہ نے کہا کہ اٹھو اور رسول اللہؐ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا میں نہ اِن کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا، بلکہ اللہ کا شکر کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی[9]۔ آپ لوگوں نے تو اس بہتان کا انکار تک نہ کیا۔

---

۹ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ
مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ
الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا
بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ
بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ
بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۶﴾ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَ
یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ
رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾

لوگو کیا قیامت ہے کہ سارا شہر پاک باز خاتون پر جھوٹے الزام اور بے ہودہ افواہ کے دائرے میں پھنس گیا ہے! جو لوگ یہ بہتان گھڑ لائے اور پھیلا رہے ہیں افسوس و حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ تمھارے ہی اندر کے لوگوں کا ایک گروپ ہے۔ سنو، جو کچھ ہو گیا اگرچہ بہت ہی تکلیف دہ تھا، سو ہو گیا اب اس ناروا بہتان بازی کو اپنے مسلم معاشرے کی بنیادوں کے اُٹھان و قیام اور نمو پذیری (evolution, establishment and strengthening) کے حق میں شر نہ سمجھو بلکہ یہ تا قیامت

جہاں تک الزام پھیلانے والوں کے ناموں کا تعلق ہے، روایات میں صرف چند آدمیوں کے نام ملتے ہیں جو

آنے والے مسلمانوں کو ایسے فتنوں سے نبٹنے کے لیے رہ نُمائی مہیا کرنے کے حوالے سے تمھارے لیے فائدہ کا ایک ذریعہ ہی بن رہا ہے۔ ہر وہ فرد، جس نے اس افواہ کو بلا سوچے سمجھے پھیلانے میں جتنا گناہ کمایا وہ اس کے [یعنی مِسطح بن اُثاثہ۔ حسّان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش کے] نامہ اعمال کے رِیکارڈ میں ہے [جن کو سزا دے کر، حد جاری کر کے پاک کر دیا گیا]، اور جس شخص نے [یعنی منافقین عبداللہ بن ابی اور زید بن رفاعہ نے] اِس جھوٹے بہتان کو گھڑنے کی ذمہ داری کے گناہ کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کم بخت کے لیے تو عذابِ عظیم ہے [اگرچہ فتنے کو سمیٹنے کی خاطر دنیا میں اُنھیں کوئی سزا نہیں دی گئی]۔ ارے لوگو تمھیں کیا ہوا کہ جوں ہی تم لوگوں نے اس بات کو سُنا تھا کیوں نہ اُسی وقت مومن مردوں اور مومن عورتوں نے آپس میں ایک دوسرے کی بابت نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے؟ آخر یہ بہتان گھڑنے والے لوگ چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اب کہ وہ گواہ نہیں لائے ہیں، اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اے مدینے کے مسلمانو! اگر تم لوگوں پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور رحم و کرم نہ ہوتا تو یقیناً تم جن بے حیائی، بدگمانی اور فتنے کی باتوں کے چرچوں کے چکر میں تھے اور اصلاحِ احوال اور تائید حق اور حمایتِ مظلوم کی کوئی لہر تمھارے درمیان نہ تھی تو پھر، اس صورتِ حال کی پاداش میں بڑا عذاب تمھیں آلیتا۔ سوچو تو سہی، تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے جب تمھاری زبانیں وہ فضول اور جھوٹی بات ایک دوسرے سے سن کر دہرا رہی تھیں اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کی حقیقت کا تمھیں کوئی علم نہ تھا۔ تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، جب کہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی بری اور فتنے کی بات تھی۔ اے رسولؐ کے رفیقو، ایسا کیوں نہ ہوا کہ اس فضول بات کو سنتے ہی تم نے کہہ دیا ہوتا کہ ہمیں ایسی بات زبان پر لانا ہی زیب نہیں دیتا، یا اللہ! تو پاک ہے اور تیری پاکی کے خلاف یہ بات ہے کہ تیرے نبی کے گھر میں کوئی بے حیائی کی بات ہو، یہ تو ایک بہتانِ عظیم ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اللہ تمھارے سامنے اپنی آیتیں (ہدایات) کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے، اور اللہ تو علم و حکمت والا ہے۔ بے شک، جو لوگ مسلمانوں کے درمیان بے حیائی اور فحش کو پھیلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بدکاری پھیلے اُن کے لیے اللہ نے دنیا میں دردناک سزا تیار کی ہے اور آخرت میں بھی سخت پکڑ سے دوچار ہوں گے۔ اللہ تمھارے درمیان اِن فحش طبع اور بے حیائی کے خوگر منافقین کو خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اے مومنو! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو نبی کی موجودگی میں مسلم معاشرے میں بے حیائی کو پھیلانے کی کوشش پر بعید نہ تھا کہ اللہ اُن پر عذاب نازل کرتا! مگر اللہ تو تم پر شفیق و رحیم ہے۔ ع

یہ افواہیں پھیلا رہے تھے۔ عبد اللہ بن ابی۔ زید بن رفاعہ (جو غالباً رفاعہ بن زید یہودی منافق کا بیٹا تھا)۔ مِسطح بن اُثاثہ۔ حسّان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش۔ ان میں سے پہلے دو منافق تھے اور باقی تین مومن تھے جو بشری کمزوری کی بنا پر فتنے میں پڑ گئے تھے۔ ان کے سوا اور جو لوگ اس گناہ میں کم و بیش مبتلا ہوئے ان کا ذکر حدیث و سیرت کی کتابوں میں نہیں ملتا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آیاتِ برأت

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آیاتِ برأت سُوْرَۃُ النُّوْر کے دوسرے رکوع میں ثبت ہیں، اُس سے قبل پہلے رکوع میں زنا (نکاح کے دائرے سے باہر جسمانی تعلق قایم کرنا) اور قذف (کسی پر زنا کا الزام لگانا) اور لعان (شوہر کا اپنی بیوی پر صرف اپنی گواہی پر مجاز عدالت میں قسم کھا کر زنا کا الزام لگانا اور بیوی کا قسم کھا کر انکار کر دینا) کے احکام بیان کیے گئے ہیں، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے درحقیقت قذف کے مجرم تھے، جس کی سزا میں اُن کو اَسّی کوڑے لگائے گئے۔ اسلامی معاشرے میں ایسا الزام لگانا اور گرمیٔ محفل کی خاطر اس کا چرچا کرنا انتہائی ناپسندیدہ، قابلِ دست اندازی ریاست ہے، اس میں کسی جانب سے معافی کا کوئی سوال نہیں، الزام لگانے والے کو چار عینی شاہدین لانے ہوں گے وگرنہ اُس پر لازماً حد جاری کی جائے گی۔ الزام لگانے والا اگر گواہیاں پیش نہ کر سکے تو جس پر الزام لگایا گیا ہے نہ وہ اور نہ ہی ریاست اُس کو معاف کر سکتی ہے۔ جو بدکاری کے کام کو دیکھے اور اُس کے پاس مزید تین عینی شاہد نہ ہوں تو اُس کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ اپنی زبان بند رکھے اور ہر گز، ہر گز اپنی زبان نہ کھولے۔ شوہر کے لیے اپنی بیوی کو بدکاری کی حالت میں دیکھ کر خاموش رہنا مشکل ہے اس لیے اُس پر چار گواہوں کی پابندی نہیں محض لعان کافی ہے جس کے بعد دونوں میں ابدی جدائی ہو جائے گی۔ ایسا اس لیے ہے کہ مسلم معاشرہ دنیا میں بھلائی قائم کرنے کا عَلم بردار بنایا گیا ہے۔ اس میں نہ زنا ہی تفریح بن سکتی ہے اور نہ اس موضوع پر گفتگو گرمی محفل کے لیے موضوع بن سکتی ہے۔

ایمان کے عطا کردہ سات عناصر، جو منافقین کی دشمنی کا ہدف تھے

سات عناصر: اتحاد، ہم آہنگی، نظم و ضبط، اخلاقی برتری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر قائدین سے دلی محبت والفت، دنیا سے بے رغبتی اور شوقِ شہادت مسلمانوں کا اصل سرمایہ تھے، جس کی بنیاد پر انھوں نے اللہ کی مدد و نصرت کو ابھارا تھا، لوگوں کے دل جیتے تھے اور جس کی بنیاد پر جنگوں میں ناقابلِ مثال صبر اور جماؤ کا مظاہرہ کیا تھا جو میدان ہائے قتال

میں اُن کی کامیابی کا باعث نظر آتے تھے۔

منافقین کی آنکھوں کے سامنے مدینے پر سارے عرب سے چڑھ آئی فوجیں (احزاب) ذلیل اور رسوا ہو کر گئی تھیں اور ایک کے بعد ایک کر کے یہود کے تینوں قبیلوں سے مدینے کو پاک کرایا جا چکا تھا۔ اب منافقین کو نہ مدینے سے باہر مشرکین سے کوئی مدد مل سکتی تھی اور نہ ہی مدینے میں اُن کی سرپرستی اور ہمت افزائی کرنے والے یہود باقی تھے۔ اُن کا دائرہ کار بس اتنا رہ گیا تھا کہ مسلمانوں کے بھائی چارے اور اتحاد کے درمیان رخنے ڈالیں، انتشار پیدا کریں، نظم وضبط کو تباہ کریں اور اُن کی اخلاقی ساکھ کو نقصان پہنچائیں، رسول اللہ ﷺ اور قائدین کی محبت کو مٹائیں، دنیا کی محبت پیدا کریں اور اِن سب کے نتیجے میں شوقِ شہادت خود ہی غائب ہو جائے۔ منافقینِ یثرب چاہتے تھے کہ اپنی اِن روحانی تخریبی کوششوں کے ذریعے اوس و خزرج کے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ اور دیگر مہاجرین کو شہر سے چلتا کر دیں۔

رئیس المنافقین، عبداللہ بن ابی اور اُس کی 'روشن خیال اور دانشوروں' کی ٹیم کی جانب سے مسلمانوں کے یہی مضبوط کردار کے سات قلعے تھے جن کو غزوہ بنوالمصطلق کے دوران پہلے عصبیت کی تحریک اور پھر بعد میں قائدِ تحریک، رسول اللہ ﷺ کی بیوی پر شرم ناک الزام کے ذریعے دَم پُخت کرنے کی کوشش کی گئی۔ منافقین کی جانب سے اِن ساتوں محاذوں کو ٹھیک ٹھیک نشانہ بنانے کی مجنونانہ کوشش تھی۔ اللہ کے فضل و کرم سے کردار کی اس جنگ کی بھٹّی سے مسلمان جیسے اپنی تلواروں سے بدر میں مشرکین کے ساتھ اور بنو قریظہ کے قلعوں پر یہود کے ساتھ معاملہ کر کے اللہ کی مدد سے کامیاب و کامران گزرے تھے، اسی طور منافقین کے اِن دونوں کاری واروں سے کردار کی جنگ کے اندھے غار سے زیادہ شان اور چمک کے ساتھ برآمد ہوئے، جنھوں نے اللہ پر بھروسہ کیا تھا، اللہ نے اُن سے اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے کردار کے اِن قلعوں پر کیوں کر پے در پے حملے ہوئے۔ تفصیلات بیان ہو چکی ہیں لٰہذا اب صرف اشاروں میں گفتگو ہوگی۔

1. بھائی چارے اور اتحاد کے درمیان رخنے ڈالنے کی کوشش: مریسیع یا معاشر الانصار اور یا معاشر المہاجرین کے نعروں کے بعد منافقینِ یثرب کا مہاجرین کو کنگلا اور پناہ گیر کہنا اور اُنھیں ذلیل سمجھنا، اور خود مقامی لوگوں کو عزّت والا قرار دے کر عصبیت کی بنیاد پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش تھی۔

2. انتشار پیدا کریں: اپنی باتوں سے اذہان میں انتشار اور کنفیوژن پیدا کرنا، جس کو مصروفیت اور تھکن کے ذریعے رفع کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مسلسل تیس (۳۰) گھنٹے مسلمانوں کے قافلے کو دوڑایا۔

3. نظم وضبط کو تباہ کریں: ذرا دیکھیں کہ نظم وضبط کو تباہ کرنے میں مکمل نہ سہی مگر پھر بھی کس درجے کامیابی ہوئی

کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ نبوی میں اپیل کی کہ کون ہے جو اس شخص (بن ابی) کے حملوں سے میری عزت بچائے تو اسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر کہا یا رسولؐ اللہ، اس کی گردن مار دیں۔ اِس پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بن ابی کے قبیلے کے دفاع میں کہا کہ تم اس کی گردن کاٹنے کی بات اس لیے کر رہے ہو کہ وہ خزرجی ہے، جس کے جواب میں اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا تم منافق ہو اسی لیے منافقوں کی حمایت کرتے ہو۔ اس پر مسجد نبوی میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا، حالاں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی میں، آپؐ کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کے درمیان نظم وضبط ٹوٹنے کا یہ سب سے بڑا اور ناپسندیدہ ترین حادثہ تھا۔

❹ اخلاقی ساکھ کو نقصان پہنچائیں: کچھ عرصہ قبل منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے شادی پر خود ساختہ افسانوں کے ذریعے اور پھر براہِ راست نبی اکرم ﷺ کی بیوی پر شرم ناک الزام، صرف نبی ﷺ ہی کی نہیں پوری مسلم امت کی ساکھ کو نقصان پہنچانے کی کوشش تھی۔

❺ رسول اللہ ﷺ اور قائدین کی محبت کو مٹائیں: زینب رضی اللہ عنہا سے آپؐ کی شادی پر افسانوں کے بعد آپ ﷺ کی بیوی پر بے حیائی کا الزام، خاندانِ نبوت کے سربراہ کے اخلاقی مرتبے کو متاثر کرنے کا سامان تھا اور آپؐ کی بیوی، امت کے نبیؐ کے بعد سب سے بڑے محترم انسان سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، اس طرح یہ مہم مسلمانوں کے دونوں سب سے بڑے قائدین کی شخصیت کو مجروح کر کے اُن کی محبت دلوں سے نکالنے کا ذریعہ بن رہی تھی، جو مسلمانوں کے درمیان تو نہ بن سکی مگر منافقین کے دلوں کو مزید سیاہ کر گئی۔

❻ دنیا کی محبت پیدا کریں: مریسیع کے کنوئیں پر جھگڑا ہو یا امی جان سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام ہو دنیاوی لذتوں سے محبت کے مظاہر ہیں۔ کنوئیں پر جو باتیں کہی گئیں، اُن کا حاصل بن ابی کے الفاظ میں یہ تھا کہ تم نے اِن پر اپنے مال خرچ کیے اور اب یہ تمھارے مدِّ مقابل آ گئے ہیں، پس اے اہلِ یثرب اِن پر اپنا مال خرچ کرنا بند کرو تا کہ یہ چلتے نظر آئیں۔ یہ ساری گفتگو دنیاوی مفادات کی محبت کی باتیں ہیں، اسی طرح یہ جملہ 'عزت والا ذلیل کو نکال دے گا' دنیاوی عزت وجاہ کی محبت کا مظہر ہے۔ محفلوں اور چوپالوں میں بے حیائی کے الزامات کو دُہرانا دنیاوی شہوت اور ہوس پرستی کا مظہر ہے۔

❼ شوقِ شہادت کو مٹائیں: معرکہ اُحد میں جس ذوق وشوق سے اوس و خزرج کے لوگوں (انصار) نے رسول اللہ ﷺ کی جان بچانے اور دین اسلام کی بقا کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے دیے تھے وہ منافقین کو بہت گراں گزرے تھے، منافق کبھی نہ خود شہادت کا آرزو مند ہوتا ہے اور نہ چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا مسلمان یہ آرزو کرے۔ ☆☆☆☆☆☆☆